ہمارا عروج و زوال

از
جناب پروفیسر عبد الماجد صاحب
(سابق اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات اسلامی (بہار))

اوروں کی بے عملیوں کے الزامات ہمارے سر تھوپے جاتے ہیں ہمیں حیرت ہے کہ اس علم و روشنی کے دور میں اتنی تاریکی اور واقعات و حقایق سے اتنا بُعد ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ رہبانیت کی تعلیم اور ترک عمل کی تلقین ترک دنیا کی ہدایت کاروباری عالم سے ہمیں کتنا دور پھینک سکتی ہے یونان اور روم کے عروج و ترقی کی راہ میں پوپ سدِ راہ ہوئے طرح طرح کی مشکلیں پیدا کیں یہاں تک کہ بالآخر قوم کو ان سے بغاوت کرنی پڑی۔ اس سے تو ہم واقف ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ برآمد کرنا کہ مذہب اسلام کی تبلیغ و ہدایت بھی دنیاوی ترقی کی منافی ہے بڑا ظلم ہے۔ میں ایک عام فضا دیکھتا ہوں کہ دورِ حاضر کے نوخیز نِل دادگانِ سیاست مذہب کے نام سے بدکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مذہب ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ نہ تو اپنی پچھلی تواریخ سے استفادہ کرتے ہیں اور نہ مذہبی زندگی کو غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت انھیں ایسی بھی نظر آتی ہے جو دنیا و مافیہا سے بے تعلق رہتی ہے۔ وہ صوفیاء کرام کی جماعت ہے یا علماء کا ایک ایسا گروہ ہے۔ جس نے اپنا فرض منصبی محض پڑھنا پڑھانا مقرر کر رکھا ہے۔ موخر الذکر جماعت تو آج بھی ترقی یافتہ دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ یعنی اکثر فنون کے پروفیسر رات و دن اپنی فنی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں۔ میں نے سر، پی۔ سی۔ رائے سے ایک دفعہ ملاقات کی خواہش کی اور تیس منٹ وقت مانگا تو انھوں نے بہت غور کر کے کہا کہ تم بہار سے کلکتہ آئے ہو اور مجھ سے ملنا چاہتے ہو تیس منٹ وقت تو میں دو ہی صورتوں میں دے سکتا ہوں ایک تو شام کے ٹہلنے کے دوران میں دوسرے لابوریٹری کے اندر جب میں اپنے آلات

کیمیائی، مرتب کرتا جاؤں گا تم سے باتیں بھی کرتا رہوں گا۔ میں نے مؤخر الذکر وقت کو پسند کیا اور بجائے تیس ۳۰ منٹوں کے ایک گھنٹے باتیں کیں۔ غرض یہ ہے کہ جب تک علم و فن میں اتنا انہماک نہ ہو کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمارے علماء جو اپنے علم و فضل میں بلند مقام رکھتے ہیں وہ درس دینے کے بعد جو اوقات ہوتے ہیں وہ مطالعہ میں صرف کرتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے کم تعلق پیدا کرتے ہیں۔

دوسری جماعت صوفیائے کرام کی ہے۔ اس جماعت کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سیاست کی شکست خوردہ جماعت ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں کوئی ایسی جماعت سنی نہیں جاتی جو عمل و جہاد سے الگ رہ کر عبادت میں وقت صرف کرتی سوائے چند اصحاب صُفّہ کے جن میں اکثر معذور تھے اور بعض عشق الٰہی میں از خود رفتہ۔ دنیا سے علیحدگی کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کی ابتدا تو اس وقت سے وجود میں آئی جب یزید کی خلافت پر جبراً بیعت لی جانے لگی اور حق شناس بزرگ اس فتنہ سے بچنے کے لئے شہر سے دیہات اور دیہات کی بستیوں سے پہاڑوں کے دروں میں جا چھپے کیونکہ جنگ صفین کا نتیجہ دیکھ لینے کے بعد ان کی ہمت مقاومت پست ہو چکی تھی اور یہ سلسلہ دور عباسی کے اخیر تک جاری رہا کیونکہ اس دور میں اہل بیت رسول کے شیدائیوں کا گذر شہروں میں دشوار ہو گیا تھا۔

میں آپ کو اس جماعت کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں۔ جس نے عرب کے دور ظلم و استبداد کا مقابلہ کیا اور جس نے روم کی بڑھتی ہوئی ترقی کو پامال کر دیا جس نے ایران کی شہنشاہیت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ جس نے نصف صدی کی مدت قلیل میں آباد دنیا کے نصف حصہ پر اپنا غلبہ قائم کیا اور ایک صدی ہوتے ہوتے فرانس سے ہندوستان اور ملایا تک اپنا سکہ بٹھلایا۔

اور یہ نہیں کہ کسی ملک پر انگریزوں کی طرح جس کی ترقی کی روشنی نے آپ کی نگاہوں کو چکا چوند کر دیا ہے۔ صرف سو ڈیڑھ سو برس تک کمزور سی سلطنت کی ہے اور جس نے سلطنت کا دار و مدار محض حکمت عملی اور فریب پر رکھا ہو بلکہ وہ جہاں گئے وہاں جڑ کاٹ دی آپ کو یہ خیال دلا کر پست کیا جا رہا ہے کہ اسپین سے مسلمان نکال دئے گئے۔ ہاں نکال دئے گئے کب نکال دئے گئے سات آٹھ سو برس کے بعد اور کب نکال دئے گئے اپنے دین سے غافل ہونے کے بعد کب نکال

دئے گئے۔ افتراق اور جنگ باہمی میں بری طرح الجھنے کے بعد۔ وہ نکال دئے گئے خدا اور رسول سے بغاوت کرنے کے بعد۔

میں آپ کو ان ہی برے دنوں سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو مجھے تیزی کے ساتھ سامنے آتے نظر آرہے۔ لیکن میں انھیں روکنے سے اپنے آپ کو معذور نہیں سمجھتا۔ میں ان کو اپنی قوت ایمانی سے زیادہ قوی نہیں پاتا۔ میں اپنے عزم اور اپنی جرأت کو سارے آنے والے خطروں پر غالب پاتا ہوں بشرطیکہ آپ ہماری باتوں کو دیوانوں کی بڑ نہ سمجھیں۔ ہمارے سامنے دلائل ہیں۔ میں اصول سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں سلسلۂ عروج وزوال سمجھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو نفسیاتی اثرات سے پاک کرنا چاہتا ہوں میں آپ کے احساس کمتری کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ میں وہ اعصابی انحطاط پاتا ہوں۔ جس میں نروسنس (nervousness) کے جراثیم نشو ونما پاتے ہیں۔ اور بالآخر اعضاء انسانی کو مفلوج کردیتے

میرے دوستو اور عزیزو ہمارے طبیبِ حقیقی (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب صدیق اکبر میں خوف وہراس کے آثار پائے۔ تو کیا کیا۔ وہ نسخۂ مجرب استعمال فرمایا جس کا اثر آج بھی ایک ایماندار انسان کے اعصاب میں تناؤ اور دل میں جوش اور خون میں گرمی پیدا کرنے کو کافی ہے وہ تھا آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک فقرہ " لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا نہ ڈرو اور نہ مغموم ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے عزیزو لفظ " معنا " (ہمارے ساتھ) کا اطلاق ہر اس شخص اور اس جماعت پر صادق آتا ہے جو " معهم " (ان کے ساتھ) ہے یوں سمجھو کہ جب تک ہم ان کے ساتھ ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جب اللہ ہمارے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت کوئی جادو کوئی سحر ہم پر غالب نہیں آسکتا۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہماری ترقی کا سبب کیا تھا۔ اور اب زوال کا سبب کیا ہے گبن (Gibbon) نے مسلمانوں کے عروج کا سبب یہ بتایا ہے کہ بانیِ اسلام نے اپنے متبعین کے دل سے موت کا خوف اٹھا دیا تھا۔ لین پول (Lane Poole) نے کہا کہ مسلمانوں کی ترقی کا سبب ان کا اتحاد ہے۔ گلیڈاسٹن (GLADSTON) نے کہا ہے کہ جب تک مسلمانوں میں مساوات اور

رواداری ہے۔ کوئی ان کو مٹا نہیں سکتا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ جب تک مسلمانوں میں قرآن ہے یہ قوم مٹ نہیں سکتی۔ یہ اخیر تجویز زیادہ وقیع ہے۔

دوسروں نے اسلام کو دور سے دیکھا اور اپنی عقل کے مطابق ایک رائے قایم کی جو ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن میں آپ کو آپ کی ترقی اور عروج کا گر بتا دینا چاہتا ہوں جس کی تفصیل فخرالدین رازی آٹھ آٹھ سو صفحے کی آٹھ جلدوں میں پورا نہ کر سکے وہ ہیں یہ دو فقرے۔ "ایمان" اور "اتباع سنت" میں دو پیراگراف میں دونوں کی تفصیل کا اختصار کرکے آپ پر چھوڑ دینا چاہتا ہوں کہ واقعی محض یہی دو چیزیں ساری ترقیوں کا سبب بن سکتی ہیں کہ نہیں۔

خدا کو ماننا۔ کائنات کا ایک خالق ماننا۔ اس کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا۔ ہر چیز کا موجد۔ اور سبب ماننا یہ ماننا کہ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی رزاق ہے۔ وہی مصائب کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہے اسی نے اشیاء میں افعال و خواص دئے ہیں۔ وہی ان کو بدل سکتا ہے۔ وہ نیکی پسند کرتا ہے اور برائی ناپسند کرتا ہے۔ نیکوں کی مدد فرماتا۔ ظلم و زیادتی کو بالآخر فنا کرتا ہے۔ وہی قوموں کی اور افراد کی قسمت بدل سکتا ہے۔ وہی فتح دیتا ہے۔ وہی مغلوب کرتا ہے۔ غرض وہ قادر مطلق ہے۔ حکیم ہے دانا ہے کوئی دوسرا اس کی قدرت میں شریک نہیں۔

اتباع سنت کیا ہے۔ خدا سے اتنا ڈرنا جتنا ڈرنا چاہیے۔ اس پر بھروسہ رکھنا۔ انسانوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ۔ جانوروں کے درد دکھ کا خیال رکھنا۔ محتاجوں کی مدد کرنا۔ کسی کو اپنے آپ سے نیچا نہ سمجھنا۔ بے ضرورت وقت ضائع نہ کرنا۔ جسم اور کپڑے کو صاف وستھرا رکھنا بے ضرورت کوئی عمل نہ کرنا۔ اسراف نہ کرنا۔ مال جمع کرنے کے شوق میں نہ پڑنا۔ وقت کی پابندی کرنی۔ ہر وقت کے لئے کاموں کا مقرر کر دینا۔ خود غرضی اور نفس پروری سے باز آنا۔ حلال کھانا اور سچ بولنا۔

سنت کا اصل الاصول نیک عمل اور نیک اخلاق اور یہی انسانیت کا راز ہے۔ اقوام کے زوال کا سبب اخلاق کا بگڑ جانا ہوتا ہے اور نیک اخلاق پیدا ہو جانے سے قومیں بنتی ہیں۔ آپ یہ فرمائیں گے کہ بس اسی ایمان اور سنت پر عمل کرنے سے ساری دنیاوی ترقیاں ہو جائیں گی عقل کے

خلاف میں یہ کہوں گا کہ اس کو سچ ماننا ہی خلاف عقل ہے۔ کیونکہ عقل کے موجد عقل کے خالق اور عقل کو نشو و نما دینے والے کا بتایا ہوا یہ راز ہے۔ مجھے خدا نے عقل بتائی ہے اور خدا کے بنائے ہوئے یہ طریقے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں کو مصر کے قلعہ کے فتح کرنے میں دقت ہوئی تو رسول خدا کے فدائیوں نے یہ سوچنا شروع کیا۔ کہ شاید کوئی سنت ترک ہوئی ہے جس کی وجہ سے فتح میں دقتیں واقع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ یہ بات بالاتفاق طے پائی کہ مسواک کرنا بھول گئے ہیں چنانچہ سب لوگوں نے مسواک کرنا شروع کی۔ مصریوں نے دیکھا کہ آج سب کے سب دانت سجا رہے ہیں شاید آج ہمیں چبا جائیں گے خوف کھا کر قلعہ خالی کر دیا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کہاں تک خوش خیالی کو دخل ہے لیکن کیا آپ اس کو محال سمجھتے ہیں کہ اللہ پاک ہمارے کسی عمل یا کسی نیک خیال سے خوش ہو کر ہمارے دشمن کے دل پھیر دے۔

ہمارے نوجوان کہیں گے کہ عروج و ترقی کے لئے کوئی اقتصادی پلان ہونا چاہئے۔ اور کسی صنعت و حرفت کی طرف قوم کو متوجہ کرنا چاہئے نہ کہ محض بوسیدہ اور پارینہ خیالات کو قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ میرے عزیزو کاشتکار جب کوئی فصل لگانا چاہتے ہیں پہلے زمین کی تیاری کرتے ہیں زمین کی تیاری میں جتنا وقت صرف کرتے ہیں۔ اور جس قدر سرگرمی سے مشغول کار ہوتے ہیں اس سے ہزارہا گونا کم بیج بونے میں وقت لگاتے ہیں اس طرح قوموں کی ترقی اور عروج کے لئے پہلے اصلاح خیال اور اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے۔ ورنہ بہتر سے بہتر اسکیم اعلیٰ سے اعلیٰ تدبیر بیکار ہو جاتی ہے جیسے بانگر زمین میں دانہ چھٹنے سے دانہ کو ضائع کرنا ہے۔ کیونکہ زمین میں صلاحیت دانوں کو چھپانے کی نہ ہوگی تو دانے پرندے کھا جائیں گے۔ اور جو پرندوں سے بچیں گے وہ کیڑے کھا جائیں گے۔ نہ کھیت سرسبز ہوگا اور نہ فصل تیار ہوگی۔

میں نے اس زندگی میں بہت ساری تجویزیں اور ان گنت پلان دیکھے۔ لیکن کسی کو پروان چڑھتے نہ دیکھا بلکہ اکثر ایسے ہوئے جن سے الٹا اثر پیدا ہوا۔ ابھی ہمارے سامنے کی مثالیں ہیں ہندوستان ہی کو لیجئے۔ کانگرس نے بڑی ترقی کی یہاں تک کہ تیس سال کی تگ و دو کے بعد ہندوستان کو غیر ملکی اثرات سے پاک کیا۔ غلامی دور کی آزادی لی۔ لیکن آج دیکھئے گلی کوچے میں غریب انسان یہی کہتے

کہتے ہیں کہ گاندھی جی کے سوراج سے انگریز راج کہیں بہتر تھا۔ کھانے کو غلہ اور پہننے کو کپڑا ملتا تھا۔ آج تو کھانے اور پہننے کو ترس گئے۔ بات کیا تھی زمین ہموار نہیں تھی۔

گورنمنٹ نے طرح طرح کے پلان تیار کرتے ہیں لیکن غربت بڑھتی جاتی ہے سبب یہ ہے کہ افراد کی تربیت پوری طرح نہ ہو سکی۔ نفاق، عداوت، جنگ جدل، لوٹ مار، دھوکا فریب، جوا، بلیک مارکیٹنگ، رشوت، فضول خرچی۔ بخل، خودغرضی سارے عیوب موجود ہیں، ابھی چند دن ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے جاپان کا اقتصادی عروج دیکھا۔ صنعت اور تجارت کی ایسی ترقی کہ ہندوستان میں ۵ روپیہ گز وہ جھلملے اور چمکدار کپڑے گھر گھر پہنچا دئے۔ جن کو دیکھ کر حیرت تھی۔ آج وہ قوم ہم سے زیادہ حقیر، ہم سے زیادہ پریشان اور ہم سے زیادہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔

جرمنی کی سائنس کی ترقی کا کیا پوچھنا ہے۔ جنگ اعظم میں طرح طرح کے حربے نکال دئے۔ وہ تیس من کا گولا کہ جس کی حالت سن کر ہم ہندوستان میں سہمے جا رہے تھے۔ انگلستان والوں کا کیا حال ہوگا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ یکایک التوائے جنگ ہو گیا۔ جرمن کو اخراجات جنگ ادا کرنے پڑے بیس برس تباہ حالی میں گذرے لیکن سائنس اک چیز تھی۔ پھر دوبارہ دم خم حاصل کر لیا۔ اور ساری دنیا سے لڑنے اور سب کو مغلوب کرنے کو تل گیا۔ وہ حیرت انگیز ایجادیں اور وہ روح فرسا حملے اور وہ ہمت شکن منصوبے کہ اللہ اللہ دنیا چشم براہ تھی کہ جرمنی کہاں کہاں پہنچے ہیں اور کیا کیا اودھم مچاتے ہیں۔ مگر دیکھا یکایک کیا ہوا۔ ایٹم بم کی ایجاد بھی مکمل ہو گئی لیکن جرمنی کا وقار صفحۂ ہستی سے مٹ گیا برطانیہ کا وہ عروج کہ سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ وہ حکمت عملی وہ چاپلوسی۔ وہ ہشیاری وہ کیا دی کہ دنیا مقابلہ کرنے سے عاری تھی۔ ان کی ہر روش پسندیدہ ان کی ہر بات دلآویز۔ ہر ادا دلکش۔ اور ہر حکمت عملی عقلوں کو مفلوج کرنے والی۔ آج مصدق انھیں انگلیوں پر نچا رہا ہے۔ اور کوئی داؤ نہیں چلا اور کوئی جادو اس کے سر نہیں چڑھتا۔

آپ کیا مجھ سے یہ ہی توقع رکھتے ہیں میں آپ کو وہی ہلکی پھلکی تدبیریں بتاؤں جس سے چند دنوں کے تماشے دکھا کر سمینٹ لیا جائے۔ نہیں میں وہ بتاؤں گا جس میں اصلیت ہوگی حقیقت ہوگی۔

جس میں پائداری ہوئی۔ زراعت کرو تو وہ بیج لگاؤ افغان کی سرزمین پر بار آور ہوا اور ہزاروں سال سے قایم ہے۔ وہ پودا اجاؤ جو ایران کی سرزمین پر اگا اور آج تک موجود ہے۔ وہ پیڑ سجاؤ جو مصر میں بار آور ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ درخت اگاؤ جو عرب و شام میں جڑ پکڑ گیا ہے۔ پھیلا اور پھولا پھلا وہ کام کرو جس میں تائید غیبی شامل حال ہو جس کی طاقت انسانی تدبیر و کوشش سے کہیں بلند و بالا ہو جس کو حقیقت سے لگاؤ ہو۔

وہ کھیل کھیلو جو کھیلا جاتے اس مادی مجازی چند روزہ اور مٹ جانے والی دنیا میں اور اس کی داد ملے۔ نہ مٹنے والے۔ نہ بدلنے والے۔ ہمیشہ قایم رہنے والے عالم میں "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً" میں وہ تدبیر بتاتا ہوں جس میں دنیا و آخرت دونوں عالم کی فلاح ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّأَبْقَىٰ

میرے دوستو کیا تمہیں اس کا یقین نہیں کہ دنیا و مافیہا۔ اسی ایک مالک کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اس پر جس کو چاہتا ہے تسلط دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ جو دینے والا ہے اور جو دے کر چھین لینے والا ہے۔ اُس کی طرف جھکو۔ اُس سے اپنے تعلقات استوار کرو اس کو اپناؤ۔ میں اس سے بہتر کیا تدبیر بتاؤں اس سے اچھی کون سی اسکیم پیش کروں۔ وہ مسبب الاسباب ہے وہ تدبیریں سجھانے والا ہے۔ وہ راہیں نکالنے والا ہے اس وقت تو مجھے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ ساری راہیں بند معلوم ہوتی ہیں اور ساری تدبیریں مفلوج۔ اس لئے میں اسی کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں جو قوتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو راہیں کھولنے والا ہے۔ جو اسباب پیدا کرنے والا ہے۔

آپ کو عرب کا حال معلوم ہے، عرب کی وہ پستی۔ وہ تاریکی و ظلمت، وہ دشمنی وہ عداوت، وہ خانہ جنگیاں، اور قبائلی استبداد، غربت و پستی کا حال نہ پوچھئے فردوسی نے ان کی معاشرتی زندگی کو یوں بلا اختصار بیان کیا ہے۔

پس از خوردن گرگس دسوسمار عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

اس پستی اور بدحالی سے عربوں کو یکایک سربلندی اور عروج تک جس تدبیر نے کھینچ کر پہنچا دیا وہ محض طاقتِ ایمانی تھی۔ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اخلاق۔ اپنے پچھلے دور پر نگاہ ڈالو اور موجودہ حالت سے ملاؤ۔ اور اس تنزل اور انحطاط کے اسباب وعلل پر غور کر دیکھو جو تدبیر اور جو علاج سمجھ میں آئے اس پر ہم اور آپ سب مل کر کاربند ہو جائیں۔

بمبئی، دلی اور کلکتہ جیسے بڑے شہروں میں دیکھتا ہوں کہ۔ ایک بٹن دبانے سے سارا گھر روشن ہو جاتا ہے پنکھے بھی چل پڑتے ہیں۔ چولھے بھی روشن ہو جاتے ہیں اور ہیٹر بھی گرم۔ کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ یکایک سارے گھر کے قمقمے بجھ جاتے ہیں پنکھے بند۔ چولھے ٹھنڈے۔ اور ہیٹر سرد۔ تفتیش ہوتی ہے کہ آخر کیا سبب ہے کہ یکایک جگمگاتے ہوئے قمقموں کی روشنی کیا ہوئی اور پنکھے بھی بند ہو گئے چولھے اور ہیٹر ٹھنڈے پڑ گئے۔ پاور ہاؤس میں تو کوئی گڑبڑی نہیں ہوئی۔ نہیں سڑکوں پر روشنی تو ہے۔ لامحالہ معلوم ہوتا ہے کہ کنکشن خراب ہو گیا ہے۔ یا تو عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے کمپنی نے تار کاٹ دیا یا یوں ہی تار کمزور ہو کر ٹوٹ گیا ہے یا تار کا رخ کسی اور طرف جا ملا۔

ان ہی اسباب میں سے کوئی سبب تو ہوگا۔ ورنہ وہ ہماری چمک دمک وہ شان وشوکت وہ رعب وداب وہ عزت ووقار یکایک کیوں مٹی میں مل گیا۔ اس خلاقِ عالم کا کاروبار اپنی جگہ پر ہے۔ وہ قومیں جو پست تھیں۔ وہ جماعتیں جو گری ہوئی تھیں وہ عروج پر ہیں اور ہم مائل بزوال۔ عرب نے تو فیکٹریاں کھول کر وہ دولت نہیں حاصل کی تھی کہ خیرات لینے والا کوئی منفرد ڈھونڈھنے سے نہیں ملتا تھا وہ امن وسکون کہ ایران سے مدینہ تک ہاتھوں میں اشرفیاں لئے چلا جائے کوئی اس کی طرف نگاہ بھی نہ کرے۔ کہاں کی چوری اور کیسا ڈاکہ۔ بات یہ تھی کہ ہمارا ایمانی سلسلہ اس قادرِ مطلق سے ملا ہوا ہمارا عمل تعلیم محمدی کے مطابق تھا اسی لئے ہماری ترقی بھی عقلوں کو متحیر کر دینے والی ہماری طاقت طاقتوروں کی ہمت توڑ دینے والی تھی۔

ہمارا سخن تکیہ ہوگیا ہے کہ زمانے کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ زمانہ کے ساتھ چلنا چاہئے۔ لیکن تجربہ تو یہ ہے کہ ہر زمانے کی ترقی کو پست کرنے کے لئے اس قادر مطلق نے ایک نیا طریقہ کار ایجاد فرمایا۔ قوم عاد کی بڑی بڑی عمارتوں کو منہدم اور پست کرنے کے لئے تو منجنیق یا قلعہ شکن ڈائینا مائیڈ (Deanamala) تیار کرنا تھا۔ لیکن ایک زلزلے نے اس قوم کو تباہ کر دیا۔ اور ساری عمارتیں منہدم ہوگئیں۔ ثمود نے دیکھا کہ عاد زلزلے سے برباد ہو گئے، مکانات گر جاتے اور آدمی اس سے دب جاتے ہیں اس لئے پہاڑ کے چٹانوں میں کھود کھود کر مکانات بنائے تاکہ زلزلوں سے تباہ نہ ہو سکیں' تراخنے کی ایک آواز پیدا ہوئی جس سے ساری قوم ہلاک ہوگئی۔ مکانات پڑے کے پڑے رہ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا مقابلہ کرنا تھا اور فرعون کے پاس تو گھوڑوں کی کثیر التعداد فوج تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو گھوڑے خریدنے تھے، اور ایک فوج مرتب کرنی تھی۔ لیکن وہ کس طرح تباہ ہوا اور اس کی فوج کس طرح غارت ہوئی دریائے نیل میں ڈبا دیا گیا اور پوری فوج غرق ہو کر ہلاک ہوئی۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ روم اور ایران کی دو بڑی طاقتیں تھیں جو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتی تھیں تو کبھی یہ ہارتی اور کبھی وہ بعثت کے تھوڑے دن قبل۔ دونوں میں جنگ ہوئی تھی تو ایرانیوں نے دینس پر اس طرح قبضہ کر لیا تھا کہ نئی قسم کی کشتیاں بنالی تھیں جس پر رومی حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ ایرانی اپنی آہنی کشتی کی ٹھوکروں سے رومی کشتیوں کو ڈبا دیتے تھے غرض کہ دونوں کے پاس طرح طرح کے اسلحہ موجود تھے لیکن جب اسلامی فوج تبوک کو روانہ ہوئی تو ادھر چند ہزار فوجی اور بوسیدہ اسلحہ اور نہایت ناکافی رسد ساتھ لے گئے۔ ادھر رومیوں کی فوج دو لاکھ سے زیادہ اور مسلح جس میں پیدل کم اور گھوڑ سوار زیادہ یہاں دو آدمیوں پر ایک سواری مشکل سے تھی۔ دو ماہ تک وہاں ٹھہرے لیکن رومیوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی۔ اور رفتہ رفتہ تمام سلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں زمانہ ہمیشہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ آپ کے لئے کسی منزل پر پڑاؤ نہ ڈالنا کہ آپ اس کی رفتار سے آگے بڑھ سکیں۔ قومیں جب آگے بڑھی ہیں تو اسباب غیبی سے۔

بس قامت خوش کہ زیرِ چادر باشد! چوں باز کنی مادرِ مادر باشد!!

زبان جس میں تصورات و مفہومات کو ادا کیا گیا ہے علامہ عنایت اللہ مشرقی کے "تذکرہ" سے مستعار لی گئی ہے اور شروع سے آخر تک رَجز ہی رَجز ہے! کتاب کی زبان کو الہلال مرحوم کی لفاظیت کا احیاء قرار دینا صحیح نہیں! الہلال کے مدیر کا قلم جو جمالیاتی بوقلمونی رکھتا ہے اس کا یہاں ہلکا سا اثر بھی نہیں ملتا، تذکرہ' کے مصنف اور ہمارے مصنف دونوں کی زبان فلسفے اور شعر کے وقار و رنگینی سے یکساں بے گانہ ہے اور دونوں کے ہاں "ادعائے ہمہ دانی" بہ یک انداز فراوانی موجود ہے! بزرگوں کی نصیحت تھی کہ ع گرمی مجوئے الا ز آتش دردمی، یہاں گرمی ملتی ہے لیکن یہ آتش دردمی کا اثر نہیں معلوم ہوتی، درون تو تودہ خاک نظر آتا ہے" ملت ابلیسی" — انا خیر منہ "ہم عصروں پر مکروہ تنقید و خردہ گیری کی صورت میں پڑھنے والے کی رگوں میں آتش انتقام بھڑکا دیتی ہے اور وہ کتاب کو ہاتھ سے پھینک کر کہتا ہے ؎

نہ ہمرہی تو مرا، راہِ خویش گیر و برو ترا سعادت بادا، مرا نگوں ساری

علامہ اقبال کو سمجھنے کے لئے ہمارے مصنف کا دعویٰ ہے کہ فلسفے و عمرانیات (SOCIOLOGY) جدید و قدیم کے ساتھ نہایت بلند ادبی و شاعرانہ تخیل کی بھی ضرورت ہے لیکن پیش نظر کتابچہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا بلند بانگ رجز خواں مصنف دونوں دائروں میں اپنی محرومی کے خلاء کو زورِ الفاظ سے اس طرح پُر کرنے کی جرأت کرتا ہے کہ گویا دنیا میں اس کے سوا کوئی صاحبِ نظر موجود نہیں! پڑھنے والے کو حضرت مومن کا معاملہ یاد آتا ہے:

مومن تم اور عشق بتاں! اے پیر و مرشد خیر ہے یہ ذکر اور منہ آپ کا، صاحب خدا کا نام لو

دعویٰ تو یہ ہے کہ اقبال کے ہمہ گیر فلسفہ کی دراست کے لئے مقدمہ لکھا گیا ہے، تنقیدی (CRITICAL) اور تحلیلی (ANALYTICAL) طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور کتاب میں اقبال کے فلسفے کی نہ تحلیل ہی موجود ہے اور نہ تنقید ہی! ان کے ہم عصروں نے اقبال کے بنیادی خیالات کی جو تنقید و تحلیل کی ہے اس کو منہ زوری سے باطل و خرافات قرار دینا کافی نہیں! اپنی صحیح و با صواب تحقیق بھی پیش کرنی ضروری ہے اور اس کا